جنوبی ہند کی ایک نادر اُردو تفسیر
فیضُ الکریمؒ اور اس کے مصنّفین

(مولانا اخلاق حسین قاسمی، دہلی)

مصنّف اور اُن کا خاندان

جنوبی ہند (مدراس) کا ایک علمی خاندان "خاندان اشرف الملک" کے نام سے مشہور ہے۔ اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ عرب سے مخدوم علی مہائمی (وفات ۸۳۵ھ) کے عہد میں نویں صدی کے شروع میں ہندوستان آئے۔ مخدوم علی مہائمی شافعی بمبئی میں آرام فرما ہیں۔ یہ خاندان بھی شافعی المسلک ہے اور نوائطی کہلاتا ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولانا غوث صاحب ریاست کرناٹک کے دیوان تھے اور شرف الملک کے لقب سے مشہور تھے۔ مولانا غوث صاحب کے چھوٹے صاحبزادے مولانا صبغت اللہ عرف قاضی بدرالدّولہ (وفات ۱۲۸۰ھ) ارکاٹ کے نوابین اعظم جاہ اور نواب غوث خاں کے عہد میں ریاست کے مفتی اور دیوان تھے۔ قاضی صاحب مسجد والاجاہی مدراس میں آرام فرما ہیں۔ قاضی بدرالدّولہ کے بارے میں "فقہاءِ ہند و پاک" کے مصنّف لکھتے ہیں:۔

"ہندوستان کے شہر مدراس کو کسی زمانہ میں اصحابِ فضیلت اور اربابِ کمال کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی اسلامی عہد میں بے شمار علماء و فضلاء نے یہاں سکونت اختیار کی اور لاتعداد لوگوں کو فیض پہنچایا۔ اس شہر کے ممتاز اہلِ علم میں قاضی صبغت اللہ ابن مولانا محمد غوث ابن ناصر الدّین ابن نظام الدّین ابن عبید اللہ شہید مدراسی کا اسم گرامی لائقِ تذکرہ ہے۔ آپ نے شروع میں مولانا عبد العلی لکھنوی بحر العلوم سے برکت کے طور پر میزان منشعب کے چند سبق پڑھے مولانا اس

وقت مدراس میں مقیم تھے۔ پھر مختلف باکمال اساتذہ سے علومِ اسلامی کی تکمیل کی ان فاضل اساتذہ میں مولانا کے والد مولانا محمد غوث صاحب بھی شامل ہیں قاضی صاحب فقہی مکتبِ خیال کے لحاظ سے شافعی تھے اور طریقت میں نقشبندی تھے۔ آپ نے سید عبد الغفار نقشبندی سے بیعتِ ارشاد کی۔ جب مدراس کی مسلم حکومت ختم ہوگئی اور اس پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو انگریزوں نے ان کے علم وفضل کی قدر کی اور ان کی معاش کا انتظام کر دیا ــــــ اور قاضی صاحب نے اپنے آپکو درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے لیے وقف کر دیا۔ اور پھر بیشمار علماء فضلاء نے آپ سے استفادہ کیا۔"

(صفحہ ۳۰۶ بحوالہ نزہۃ الخواطر)

قاضی صاحب کے اسی علمی مرکز کو بعد میں ان کے صاحبزادے مفتی محمود صاحب اور دیگر علماءِ مدراس نے باقاعدہ مدرسہ محمدی کے نام سے ایک دار العلوم بنا دیا۔ مصنّف نے مختلف علوم وفنون کی اہم اور بڑی پندرہ (۱۵) کتابوں کے نام لکھے ہیں جو قاضی صاحب نے تصنیف کیں ــــــ لیکن تعجّب ہے کہ "تفسیر فیض الکریم" جیسی اہم تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ مصنّف محترم مولانا بھٹی صاحب اگر کتاب کی ترتیب کے وقت براہ راست اس خاندان سے بھی رابطہ قائم کر لیتے تو قاضی صاحب کی مصنّفات کی فہرست مکمل ہوجاتی۔ اسی طرح، ڈاکٹر محمد ایوب قادری (پاکستان) نے اپنی اہم تحقیقی کتاب (اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصّہ) میں جنوبی ہند کے اس خاندان کی خدمات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ "دکن میں اردو" کے عنوان سے صرف یہ چند سطریں تحریر کی ہیں:-

"جب دکن میں بہمنی اور قطب شاہی وغیرہ خاندانوں کی خود مختار حکومتیں قائم ہوئیں تو دکنی علماء وصوفیاء نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ اس زبان کو مالا مال کر دیا"۔ (صفحہ ۲۰)

قادری صاحب نے شمالی ہند کے ولی اللٰہی خاندان کی خدمات کا بڑا تفصیلی تعارف کرایا ہے لیکن مرحوم جنوبی ہند کے اس خاندان کی خدمات سے بے خبر رہے حالانکہ

مسلسل دینی خدمات کے لحاظ سے شمالی ہند میں جو عظمت خاندان ولی اللّٰہی کو حاصل ہے، جنوبی ہند کے اس خاندان کو بھی اسی عظمت کا مستحق سمجھنا چاہیے۔ بلاشبہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے عہد کے مجدد و امام تھے اور آپ کے صاحبزادوں اور پوتے میں مختلف پہلوؤں سے تجدیدی شان جلوہ گر رہی لیکن مدراس کے اس خاندان کو یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ آج تک بھی اس سلسلہ میں اہلِ علم و تحقیق کا وجود چل رہا ہے ۔۔۔ جبکہ شاہ صاحب کی نسبی اولاد کا سلسلہ بہت جلد ختم ہو گیا تھا۔ آج ان کا نام ان کی معنوی اولاد اور ان کی تحقیقات کے ذریعہ زندہ ہے۔ جنوبی ہند کے یہ صاحبِ علم و فقاہت علماء ولی اللّٰہی تحریک (اشاعتِ قرآن) کی ضرورت سے بے خبر نہیں رہ سکتے تھے اور فارسی زبان کے زوال کے بعد عوامی زبان ہندی میں قرآن کریم کے پیغام کو عام کرنے کی ذمہ داری کے احساس سے محروم نہیں تھے۔ چنانچہ قاضی صاحب نے مقدمہ تفسیر میں جس انداز سے ہندی زبان میں دینی علوم کو منتقل کرنے کی ضرورت کا اظہار کیا ہے اس انداز میں وہی احساس منہ سے بول رہا ہے جس احساس کی تحریک شاہ ولی اللہؒ نے فارسی ترجمہ فتح الرحمان میں اور ان کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو ترجمہ موضح القرآن کے مقدمات میں کی ہے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں :-

"اکثر لوگ علم سے بے بہرہ اور دین کی باتوں سے بے خبر رہتے ہیں۔ الحق اپنے ملک کی بھاشا میں کسی فن کو لکھنا عوام کی معرفت کا سبب ہوتا ہے، علی الخصوص عورتیں کہ ان کو ہندی زبان کے سوا دوسری زبانوں سے شناسائی نہیں"۔ (فیض الکریم مطبوعہ صفحہ ۴)

مولانا باقر آگاہ اور مولانا آدم مدراسی

جنوبی ہند میں علومِ اسلامی کی نشر و اشاعت اور عربی اور فارسی سے اردو زبان میں اسکی منتقلی قاضی بدر الدولہ صاحب سے پچاس سال پہلے مولانا محمد باقر آگاہ کے ذریعہ وجود میں آچکی تھی۔ مولانا آدم مدراسی بھی اسی عہد کے ممتاز عالم تھے۔

مولانا محمد باقر کی وفات ۱۲۲۰ھ میں ہوئی اور مولانا آدم کی وفات کا سن ۱۲۳۴ھ ہے۔ صاحبِ نزہۃ الخواطر کے حوالہ سے مصنفِ "فقہاء ہند وپاک" نے مولانا باقر کو جلیل القدر ہندی عالم اور فقیہہ قرار دیا ہے اور عربی، فارسی اور اردو کی (۵۸) کتابوں کا انہیں مصنف لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۳۹)

مولانا باقر آگاہ کے بارے میں قاضی صبغت اللہ صاحب نے تفسیر کے مقدمہ میں بھی ان کی علمی خدمات کی تحسین کی ہے اور انہیں اردو میں علوم اسلامی کی منتقلی کا بانی تسلیم کیا ہے۔ لکھتے ہیں :-

"فضیلت دست گاہ مولوی محمد باقر آگاہ جعل اللہ الجنۃ مثواہ نے چند کتابیں دینی علوم کی ہندی زبان میں بنائیں کہ جس سے ایک عالم کو فیض عظیم ہوا۔ ان ایّام میں حکّام کی رغبت اردو زبان کی طرف دیکھ کے بہت سی کتابیں ہندی زبان میں لوگوں نے تصنیف کیں۔ پھر یہ عاصی بھی ہندی زبان میں چند کتاب بنایا — مگر کوئی ایسی تفسیر کہ جس کے دیکھنے سے خاطر کو تشفی ہو سو نظر نہ آئی، اس لیے یہ عاصی ایک تفسیر ہندی لکھنا شروع کیا"۔ (فیض الکریم مطبوعہ صفحہ ۴)

تفسیر فیض الکریم کا تعارف!

پیشِ نظر مضمون میں قاضی بدر الدّولہ کی اردو تفسیر کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ تفسیر قاضی صاحب نے عمر کے آخری حصّہ میں شروع کی، اس لیے اسے مکمل نہ کر سکے، کیونکہ جس جامعیّت و تفصیل کے ساتھ قاضی صاحب نے یہ تفسیر شروع کی اسکے لیے عمر کا طویل حصّہ درکار تھا۔ قاضی صاحب نے تمام قرآنی علوم، لغت، بلاغت، مسائل و احکام، قصص و امثال اور پند و موعظت کی تشریح و تحقیق پر قلم اٹھایا ہے اور قارئین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جس طویل بحث و نظر سے شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنی فارسی تفسیر (تفسیر عزیزی) میں کام لیا ہے اس طوالت سے اپنا دامن بچایا ہے اور قرآن کریم کی ضروری تشریح کی حد تک ہی اپنے تفسیری مباحث کو محدود رکھا ہے۔ قاضی صاحب

تفسیر عزیزی کے پچاس ساٹھ برس کے بعد اپنی تفسیر لکھنے بیٹھے۔ (قاضی صاحب کی وفات کا سن ۱۲۸۰ھ ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات ۱۲۳۹ھ میں ہوتی ہے) لیکن عجیب اتفاق ہے کہ کسی بحث میں تفسیر عزیزی سے اخذ و استفادہ نظر نہیں آتا، بلکہ ہر بحث اپنی جگہ ایک خاص انداز تحقیق رکھتی ہے۔

جبکہ یہ واقعہ ہے کہ تفسیر عزیزی جیسی محققانہ اور عوامی ــــ دونوں رنگ رکھنے والی تفسیر کے بعد جن اردو مفسّرین نے تفسیر پر قلم اٹھایا ہے وہ شاہ صاحب کے مباحث سے بے نیاز نہیں رہے ہیں۔

یہی صورت شاہ عبدالقادر صاحب کے موضح القرآن اور تفسیری فوائد کے ساتھ نظر آتی ہے کہ کسی تشریحی مقام پر تفسیر فیض الکریم میں موضح القرآن کی جھلک نظر نہیں آتی۔ اس کے باوجود یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شمالی ہند کی قرآنی تحریک ۔(ولی اللٰہی تحریک) ــــ کے چرچے نے جنوبی ہند کے اس صاحبِ علم و فقاہت خاندان کو اپنی طرف متوجہ کیا اور حضرت قاضی صاحب جیسے ہی مسلم حکومت کے عہدۂ قضا، و عدالت سے یکسو ہوئے، انھوں نے قرآنی دعوت کی تحریک کی ضرورت کو محسوس کر کے تفسیر قرآن کو اُردو میں منتقل کرنے کا اہم کام شروع کر دیا۔

فیض الکریم کس طرح مکمّل ہوئی

ظاہر ہے کہ قاضی صاحب نے جس شرح و بسط کے ساتھ تفسیر کا کام شروع کیا وہ ان کی عمر میں پورا ہونے والا نہ تھا ــــ چنانچہ چند پاروں کی تفسیر لکھ کر قاضی صاحب خدا کو پیارے ہوگئے اور پھر ان کے صاحبزادوں اور ایک پوتے نے اس عظیم کام کی باری باری تکمیل کی۔ یہ عظیم اردو تفسیر کس طرح پہلے مصنّف کے اخلافِ کرام کے ہاتھوں مکمل ہوتی؟ اس کی تفصیل چوتھے اور آخری مصنّف ناصر الدّین محمد ابن قاضی عبیداللہ ابن قاضی صبغۃ اللہ (بدر الدولہ) نے اس طرح تحریر کی ہے ــــ یہ ان کے حصّہ کی تمہیدی عبارت ہے :-

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علی رسولہ
سیّدنا ومولانا محمّد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد فقیر حقیر ناصر الدّین محمد بن قاضی عبید اللہ بن قاضی صبغۃ اللہ کان اللہ لہم کہتا ہے کہ فیض الکریم فی تفسیر قرآن العظیم بزبانِ اردو میرے دادا حضرت مولانا قاضی الاسلام صبغۃ اللہ مغفور نے تالیف آغاز فرمایا تھا۔ ساتوین پارہ کی ساتوین رکوع آیۃ "وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" تک پہنچ کر ۲۵ محرم ۱۲۸۰ھ کو دارالبقا تشریف فرما ہوئے۔ اون کے بعد عمّ معظّم حضرت مولانا مفتی محمد سعید خان مغفور نے اوس کے تکمیل کی طرف توجہ فرمائی۔ بائیسوین پارہ کی سولہوین رکوع آیۃ "جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا"...... پر پہنچ کر وہ بھی ۱۰ شعبان ۱۳۱۲ھ کو واصلِ حق ہوئے۔ اون کے بعد عمّ مکرّم حضرت مولانا محمود مغفور نے اس کے تتمہ کے جانب ۲۹ رمضان ۱۳۳۳ھ سے توجّہ مبذول فرمائی۔ بالآخر ستائیسوین پارہ سورۃ رحمٰن کی آیت "فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ" (ان دونوں میں ہے میوہ اور کھجور کے درخت اور انار) تک پہنچے تھے۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ کو یہ بزرگ بھی واصلِ رحمتِ الٰہی ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے مرشد حضرت شاہ محمد مظہر مجدّدی مدنی قدّس سرّہ نے آپ کو تفسیر قرآن تالیف کرنے کی پیشین گوئی کی تھی اور آپ نے اس کا ذکر تتمہ فیض الکریم کے سپارہ ۲۵، سورہ شوریٰ کی آیت کے ضمن میں کیا ہے:۔

"بعض احباب کے اصرار پر کمترین نے اوس کے اتمام کے جانب باوجود عدمِ استطاعتِ علم کے محض تبرکاً خدا کے بھروسہ پر شروع کیا ہے۔ پھوپزاد بھائی جناب مولوی حافظ عبدالعظیم صاحب زاد عمرہ نے کہا کہ ان کی خالہ صاحبہ مرحومہ حلیمہ بی بی محل شرف الدّولہ نے کہا تھا کہ جناب دادا صاحب مرحوم سے کسی نے کہا تھا کہ قاضی صاحب اپنی آخری عمر میں تفسیر آغاز فرمایا ہے جواباً انہوں نے یہ فرمایا کہ اگر مجھ سے اتمام کو نہ پہنچے تو خدائے تعالیٰ

میرے پوتے کے ہاتھ سے مکمل کرا دیگا۔ وما توفیقی الّا باللہ وعلیہ التکلان۔ آغاز ۲۲۔شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ بروز جمعہ۔

ان چاروں مصنفین کے دور آگے پیچھے اس طرح تھے :۔

پہلے مصنف قاضی صبغت اللہ (بدر الدّولہ) وفات	۱۲۸۰ھ
دوسرے مصنف مفتی محمد سعید ابن قاضی بدر الدّولہ	۱۳۱۲ھ
تیسرے مصنف مفتی محمود ابن قاضی بدر الدّولہ۔	۱۳۴۵ھ
چوتھے مصنف مولانا ناصر الدین محمد ابن قاضی عبید اللہ ابن قاضی بدر الدّولہ	۱۳۶۰ھ

تفسیر فیض الکریم کے چاروں حصوں کے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام مصنف عربی علوم کے ہر شعبہ کی ماہرانہ لیاقت کے مالک تھے۔ اردو زبان کے اسلوب کا فرق ضرور ہے ــــ پہلے حصّہ کی زبان کا اسلوب دکنی اردو والا ہے اور پھر تینوں حصّوں کی زبان برابر سلیس اور شگفتہ ہوتی چلی گئی ہے۔

اس عظیم الشان تفسیر کی وسعت کا صرف اس ایک بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ پوری تفسیر تقریباً سات ہزار صفحوں میں آئی ہے۔ ابتدائی چند جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی تفسیر قلمی صورت میں موجود ہے۔ ذیل میں مختلف جلدوں کی ضخامت کا ایک اندازہ پیش کیا جاتا ہے۔

جلد اوّل از قاضی بدر الدّولہ	از ابتدا تا آخر جزء ششم	لَا یُحِبُّ اللّٰہُ	مطبوعہ	۱۱۸۰ صفحے
جلد دوم از قاضی بدر الدّولہ و مولوی مفتی محمد سعید	تا آخر جزء ہشتم	وَلَوْ اَنَّنَا	مطبوعہ	۶۹۶ صفحے
جلد سوم از مولوی مفتی محمد سعید۔	تا آخر جزء دوازدہم	وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ	قلمی	۹۶۰ صفحے
جلد چہارم "	تا آخر جزء پانزدہم	سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ	قلمی	۹۱۲ صفحے
جلد پنجم "	تا آخر جزء ہفدہم	اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ	قلمی	۶۹۸ صفحے
جلد ششم "	تا آیت ۳۴ سورۃ الفاطر وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ الخ		قلمی	۱۴۸۸ صفحے

(یہ جلد دو حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ سورۃ الجن کے آخر تک ۲۰۰ ورق، دوسرا حصہ سورۃ الناس تک ۲۵۷ ورق)

جلد ہفتم از مولوی ناصر الدین محمد۔ تا آخر سورۃ الناس قلمی ۹۱۴ صفحے

اگلے صفحات میں تفسیر کے چاروں حصوں کی زبان اور بیان کے فرق اور جامعیت کے لحاظ سے چاروں حصوں کی یکسانیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ہر حصہ کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ: کاروانِ حدیث

7۔ ابن کثیر 'البدایہ والنہایہ ج 11 'ص 52

8۔ ابن حجر 'تہذیب التہذیب ج 9 'ص 21

9۔ ابن کثیر ' الباعث الحثیث ص 90

10۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی 'بستان المحدثین ص 112

11۔ حافظ ابن صلاح 'مقدمہ ابن صلاح ص 287

12۔ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ ج 11' ص 52' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' بستان المحدثین ص 112 'نواب صدیق حسن خان' الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص 110

13۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد ج 9 'ص 56

14۔ نواب صدیق حسن خان 'اتحاف النبلاء ص 257

15۔ ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ ج 2 'ص 153

16۔ نووی 'تہذیب الاسماء واللغات ج 2 'ص 224

17۔ ابن حجر 'تہذیب التہذیب ج 4 'ص 170 تا 171

18۔ حافظ عبدالرحمان بن علی جوزی المنتظم ج 5 'ص 57

18۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی 'بستان المحدثین ص 108

19۔ تقی الدین ندوی 'محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص 192

20۔ نواب صدیق حسن خان 'اتحاف النبلاء ص 256

21۔ ابن القیم ' الوابل الصیب ج 3 'ص 843'

22۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث ' رسالہ الی اہل مکہ ص 8

23۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی 'عجالہ نافعہ ص 4

24۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی بستان ' المحدثین ص 107

25۔ تقی الدین ندوی 'محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص 203

(جاری ہے)